# مساجد کے اماموں، خطیبوں اور مؤذنوں کے لئے ہدایات

## از شیخ صالح بن فوزان الفوزان

(ترجمہ: ابو مریم اعجاز احمد)

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

**الحمد لله رب العالمين و صلى الله و سلم على بيينا محمد و على آله و أصحابه أجمعين.**

**أما بعد !**

میں اپنے بھائیوں سے مل کر جو اس صوبے کی مساجد کے ائمہ، خطباء اور موذنین ہیں بہت خوش ہوں کیونکہ وہ جس کام کو سرانجام دے رہے ہیں وہ بہت زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ ان کی حوصلہ افزائی، ان کی مدد اور ان کو اس جلیل القدر کام میں مشورہ دینے کی ضرورت ہے اور اسی میں اسے بہترین طریقے سے ادا کرنا بھی ہے، کیونکہ یہ تینوں کام: امامت، خطابت اور آذان دینا بہت ہی عظیم کام ہیں اور اس میں خیرِ کثیر ہے جو اپنی استطاعت اور قدرت سے اسے سرانجام دیتا ہے۔ اور [دوسری طرف] اس میں ان کے لئے بہت بڑا گناہ ہے جو اس کے حق میں لاپرواہی اور کمی کرتے ہیں کیونکہ یہ عظیم امانت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک موقع ہے جو خیر چاہتا ہے اور خیر کے کام میں رغبت دلاتا ہے اور وہ خود خیر کے کاموں میں رہنما اور امام ہوتا ہے۔ تو ان میں بہت عظیم مصالحت ہیں۔

نبی ﷺ نے ائمہ اور موذنوں کو خاص ارشادات دئے جو دلالت کرتی ہے اس عظیم چیز کی اہمیت پر۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

**الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن** (یعنی امام ضامن ہے اور موذن امین ہے) (ابو داود: ۵۱۷، ترمذی: ۲۰۷ صحیح الجامع: ۲۷۸۷ میں امام البانی نے صحیح قرار دیا ہے)۔ آپ ﷺ کا فرمان: امام ضامن ہے، یعنی ان مقتدیوں [کی نماز کی صحت اور درستگی] کا جو اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ ضامن ہے [ضمانت لیتا ہے] اس بات کا کہ وہ انہیں نماز اچھی طرح مکمل کر کے پڑھائے اور اس میں کسی چیز کی کمی نہ کرے۔ اور ضمانت کا معنی ہے کسی چیز کی کفالت لینا، کہ وہ اس کی حفاظت کرے گا، اسے قائم کرے گا، اسے کامل طور پر ادا کرے گا۔ پس امام اپنے پیچھے نماز پڑھنے والے [مقتدیوں] کا ضامن ہے۔ اگر اس [امام] کی وجہ سے نماز میں کوئی کمی آتی ہے تو وہی اسے اٹھائے گا، اور اگر لوگ اس کی [بہترین] مثال پر عمل کرینگے اور وہ اسے بہترین طریقے سے ادا کراتا ہے تو وہ اس کی نیکیوں کے ترازو میں ہوگا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: **يصلون لكم** یعنی امام [تم] لوگوں کو نماز پڑھاتے ہیں **فإن أصابوا فلكم و لهم و إن أخطؤوا فلكم و عليهم** (تو اگر امام نے ٹھیک نماز پڑھائی تو اس کا اجر تمہیں ملے گا اور انہیں بھی اور اگر انہوں نے غلطی کی تو بھی [تمہاری نماز کا] اجر تم کو ملے گا اور غلطی کا وبال ان کے اوپر رہے گا)۔ (صحیح بخاری: ۶۹۴)۔

اور آپ ﷺ کا فرمان: **والمؤذن مؤتمن** اور موذن امین ہے [امانت دار ہے] یعنی وقت پر امین ہے کیونکہ اس کی آذان کا تعلق دین کے اہم امور کی ادائگی سے ہے جیسا کہ جو روزہ رکھتا ہے فرض یا نفلی یا قضاء، اسی طرح اس [کی آذان] کا تعلق نماز کی ادائگی سے ہے

کیونکہ وہ نماز کے وقت کے داخل ہونے کی خبر دیتا ہے۔ پس وہ امین ہے وقت کے داخل ہونے پر، وہ اس پر نظر رکھتا ہے اور اس کی پابندی رکھتا ہے تاکہ لوگ اپنی عبادات میں غلطی نہ کریں جیسا کہ وقت کے بعد روزہ رکھنا شروع کرنا۔ اگر موذن طلوعِ فجر کے بعد آذان دیتا ہے تو لوگ طلوعِ فجر کے بعد بھی کھاتے پیتے یا اپنی بیویوں سے جماع کرتے ہو سکتے ہیں، یا اگر وہ وقت سے پہلے آذان دے دیتا ہے تو لوگ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھ لینگے۔ تو اسے چاہئے کہ وہ وقت کی پابندی کرے کیونکہ بعض موذن اس چیز سے غفلت میں ہیں یا اس چیز میں لاپرواہی کرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا کام صرف آذان دینا ہے! گرچہ وقت نکل جائے یا پہلے ہو جائے اس کی وہ اہمیت نہیں دیتے اور نہ ہی وہ یہ جانتے ہیں کہ ان کی آذان کی وجہ سے کون کون سے امور [ونقصانات] مترتب ہونگے۔ تو موذن کو چاہئے کہ وہ اس پر پوری طرح دھیان دیں۔

اسی طرح امام کو چاہئے کہ وہ مقتدیوں کو مشقت میں نہ ڈالیں بلکہ ان کے حال کا خیال رکھیں۔ وہ نماز کو پہلے نہ پڑھا دیں جس سے لوگ نماز کو باجماعت پانے سے محروم ہو جائیں یا انکی بعض رکعتیں چھوٹ جائے یا نماز اتنی تاخیر سے نہ پڑھائیں کہ جو لوگ مسجد میں جماعت کے لئے پہلے آگئے ہوں ان کے لئے یا بڑی عمر والوں کے لئے مشقت ہو۔ بلکہ اس میں اعتدال کا راستہ اختیار کریں۔ اللہ کے نبی ﷺ جب دیکھتے تھے کہ لوگ نماز کے لئے مسجد میں جمع ہو چکے ہیں تو جلدی کرتے تھے اور جب دیکھتے تھے کہ وہ تاخیر کر رہے ہیں تو تاخیر کرتے تھے۔ (دیکھیں صحیح بخاری: ۵۶۰)۔ ان کی حالات کا خیال کرتے ہوئے [آپ ﷺ ان سے معاملہ کرتے تھے] کیونکہ لوگ وضوء کے لئے تاخیر کرتے ہیں یا دور سے آتے ہیں یا چلنے کی مشقت کی وجہ سے یا ان کے علاوہ اور بھی عذر ہیں جن کی وجہ سے ان کا خیال رکھا جائے۔ لیکن اگر وہ اپنی سستی کی وجہ سے تاخیر کرتے ہیں تو ان کے لئے نہیں بلکہ ان کے لئے مہلت دی جائے جن کے ساتھ عذر ہے اور وہ اپنے عذر کی وجہ سے تاخیر کرتے ہیں۔

اسی طرح نبی ﷺ نے حکم دیا مقتدیوں کا خیال نماز میں رکھنے کے لئے۔ آپ کا فرمان ہے: **إذا أَمَّ أَحَدُكُمُ النَّاسَ فَلْيُخَفِّف فإنَّ فيهم الصغِيرَ و الكبيرَ و الضعيفَ و المريضَ فإذا صلى وَحده فليُصلي كَيفَ شَاء** (جب بھی تم میں سے کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہئے کہ وہ نماز کو ہلکی پڑھائے کیونکہ اس میں چھوٹے اور بڑے ہوتے ہیں، اور کمزور اور مریض [بھی] ہوتے ہیں، اور اگر وہ اکیلا پڑھتا ہے تو جیسا چاہتا ہے [یعنی جتنی لمبی چاہتا ہے] پڑھے) (مسلم: ۴۶۷)۔ امام لوگوں کا خیال رکھتا ہے اور میانہ روی اختیار کرتا ہے لمبی نماز جو لوگوں پر بھاری لگے اور ہلکی جو خلل پیدہ کرے کے مابین۔ وہ ایسی ہلکی نماز پڑھتا ہے جس سے نماز میں کوئی کمی نہ رہے اور مقتدیوں کا خیال رکھتے ہوئے نماز میں اتنی لمبی قرأت یا سجدے یا رکوع وغیرہ نہیں کرتا جن کی وجہ سے ان پر بوجھ پڑے۔ جب ایک صحابی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جو کہ افاضل صحابہ میں سے تھے انہوں نے نماز پڑھائی اور لوگون پر قرأت کو لمبی کی اس کے باوجود کہ رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے، بعض مقتدیوں نے ان کی شکایت کی رسول اللہ ﷺ سے کہ انہوں نے عشاء

کی نماز میں سورۃ البقرۃ پڑھی تو اللہ کے رسول ﷺ نے ان پر نکیر کی اور کہا: **يا معاذ أفتان أنت ؟** اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنے میں ڈالنے والے ہو؟ (صحیح بخاری: ۷۰۵)۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا: **إنَّ منكم مُنَفِّرِينَ , فمن أَمَّ النَّاسَ فَلْيَتَجَوَّز , فإنَّ خَلفَه الضَّعِيفَ و الكَبِيرَ و ذا الحاجة** (تم میں سے بعض لوگ [نماز سے لوگوں کو] دور کرنے کا باعث ہیں۔ پس جو شخص امام ہو اسے ہلکی نماز پڑھنی چاہئے اس لئے کہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے اور ضرورت مند سب ہوتے ہیں)(صحیح بخاری: ۷۰۴)۔

امام کو چاہئے کہ وہ قرأت کی مقدار میں میانہ روی اختیار کرے اور اسے بہترین طریقے سے اچھی آواز سے ادا کرے، اور تجوید کے احکام میں بھی میانہ روی اختیار کرے نہ بہت زیادہ کھینچ کر پڑھے اور نہ ہی اس کے برعکس اور نہ جلدی پڑھے۔ نہ ہی ادغام اور غنہ کے احکام میں مبالغہ کرے اور نہ ہی میکروفون پر اپنی آواز کو بہت زیادہ بلند کرے جس کی وجہ سے لوگوں کے سننے میں تکلیف ہو اور مسجد کے گرد واطراف میں موجود دوسرے کے گھروں یا مساجد میں لوگوں کو اذیت پہنچے۔ امام اپنی نماز میں میانہ روی اختیار کرے اور نماز کو اتنی لمبی نہ کرے جس سے مقتدیوں کو مشقت ہو اور نہ ہی ایسی تخفیف کرے جس سے نماز میں خلل واقع ہو۔ اس چیز سے بعض ائمہ مساجد غافل ہیں، اللہ انہیں توفیق دے، وہ [نماز] یا تو اتنی لمبی کرتے ہیں یا اتنی چھوٹی پڑھتے ہیں بغیر کسی ضابطے کے۔ وہ ذمہ دار ہے مقتدیوں کا۔ نماز لمبی کرکے یا اقامت میں تاخیر کرکے انہیں دور نہ کرے، یا اپنے اقوال یا حرکتوں سے لوگوں کو متنفر یا دور نہ کرے، بلکہ مقتدیوں کو ترغیب دلائے اور ان کو نماز میں حاضر ہونے کے لئے چستی پر ابھارے نہ کہ انہیں دور کرے ان چیزوں کو کرکے جو سنت کی مخالفت میں ہیں جن کا حکم رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔

جہاں تک خطبوں کا تعلق ہے تو جمعہ کے یا عیدین کے خطبوں میں انہیں مقتدیوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ انہیں خطبے کو اتنا لمبا نہیں کرنا چاہئے جو لوگوں پر شاق گزرے جیسا کہ آج کل کے بعض ائمہ مساجد کرتے ہیں، یہاں تک کہ کبھی ان کا خطبہ آدھا اور کبھی ایک گھنٹے اور ان میں سے بعض کا تو ڈیڑھ گھنٹے تک بھی چلا جاتا ہے۔ یہ غلط ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ خطبے میں چند کلمات فرماتے تھے، اور خطبے کو لمبا نہیں کیا کرتے تھے علیہ الصلاۃ والسلام۔ بلکہ آپ ﷺ کا خطبہ الفاظ وادائگی میں فصیح وسلیس ہوتا تھا، اور آپ اس کا اہتمام کرتے تھے۔ آپ ﷺ جب خطبہ دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں، اور آپ کی آواز بلند ہو جاتی اور غصہ زیادہ ہو جاتا گویا آپ کسی لشکر کو ڈرا رہے ہیں (مسلم: ۸۶۷)۔ یہ اس لئے کہ اس سے لوگوں پر اثر ہوتا ہے، اور اگر وہ خطبہ سستی سے اور آہستگی سے دیگا تو یہ لوگوں کو سلائے گا اور لوگ اس کی بات نہیں سنیں گے۔ تو خطبے کی ادائگی کا حق دینا چاہئے، اور یہ خطبے کو طول دینے سے نہیں جڑا ہوا

ہے کیونکہ ایسا کرنے سے خطیب تھک جائے گا، مگر اگر وہ اعتدال سے خطبہ دے تو وہ قوت سے خطاب کر سکتا ہے اپنی آواز کو بلند کرتے ہوئے اور یہ سامعین پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔

اسی طرح خطبے کا موضوع ہے۔ خطیب لوگوں کی ضرورت کو دیکھتے ہوئے خطبے کا اہتمام کرتا ہے اور ایسی چیزوں کے اوپر وہ لوگوں کو تنبیہ کرتا ہے جس کی انہیں ضرورت ہے۔ تو اس طرح وہ لوگوں کی غلطیوں پر تنبیہ کرتا ہے اور جاہلوں کو خطبے کے ذریعے علم سکھاتا ہے۔ لیکن [خطبوں میں] ان چیزوں کو طول دینا جس کا تعلق حاضرین سے نہیں ہے اور نہ ہی ان کے لئے خاصیت رکھتا ہے جیسا کہ دنیاوی خبریں اور جو دنیا اور مختلف ممالک میں ہو رہا ہے تو یہ انکے لئے اہمیت نہیں رکھتا، بلکہ انہیں تو چاہئے کہ وہ لوگوں کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کریں اور خیر کی طرف ان کی راہنمائی کریں، انہیں ان [دینی] امور کو سکھائیں جنہیں وہ نہیں جانتے ہیں، یہ ہے مطلوب خطبے سے کہ چند کلمات ہوں جس میں خوش بیانی ہو، مختصر ہو تا کہ سامعین کو فائدہ پہنچائے نہ کہ ان پر شاق گزرے۔

اسی طرح اگر خطبے کو لمبا کیا جائے گا تو حاضرین نہیں سمجھ پائینگے کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور وہ بور ہو جائنگے اور موضوع کے ساتھ نہیں رہ پائینگے اس کے برعکس اگر اس کو تم مختصر کرو گے اور اس پر توجہ دو گے اور ترتیب وار رکھو گے اور اسے لکھ لو گے تو وہ تم سے سنیں گے اور فائدہ اٹھائیں گے۔ تو ان چیزوں کا لحاظ رکھنا خطیبوں کے لئے ضروری ہے۔ اللہ انہیں توفیق دے، کیونکہ خطبہ جمعہ محض کلام نہیں ہے جسے بول دیا جائے بلکہ یہ تعلیم، وعظ و نصیحت اور تنبیہ ہے جسے سن کر سننے والا فائدہ اٹھاتا ہے اور یہ ہفتے کا درس ہے جس کا انتظار لوگ اہتمام کے ساتھ کرتے ہیں۔ تو اگر اس پر خاص توجہ دی گئی اور اس کی تیاری کی گئی تو لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور اسے قبول کریں گے، اور ایک دوسروں کو وہ بات بتائیں گے جو انہوں نے سنا ہو گا، یہاں تک کہ اپنے گھر والوں کو اس کی خبر دینگے جو انہوں نے اس خطبے سے فائدہ اٹھایا ہو گا۔

خطیب کے لئے ضروری ہے کہ اس چیز کا بہت زیادہ اہتمام کریں اور اسے لکھ لیں اگر ان کے پاس اسے تیار کرنے کی صلاحیت ہو اپنی کوشش اور قدرت بھر اور اگر ایسا نہ کر سکیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ تیار شدہ اور فائدے مند خطبوں سے استفادہ کریں، یا ان میں سے غور کر کے چنیں جو وہ حاضرین کے سامنے سمجھ بوجھ کر پیش کر سکیں۔ یہ لفظ کے اعتبار سے بہترین طریقے پر ہو تا کہ اس میں لغت کی غلطیاں نہ پائی جائیں۔ کیونکہ حاضرین اور ان میں بھی خصوصا علم حاصل کرنے والے جب خطبے میں گرامر کی غلطیاں پائیں گے تو اس سے دور ہونگے۔ اور اگر خطیب اسے فصیح اور غلطیوں سے بری عربی اسلوب میں ادا کرے گا تو وہ لوگوں کو اس کی طرف مائل کریگی اور اس سے ان میں قبولیت ہو گی۔

اور اگر خطیب علم نحو[عربی گرامر] پر عبور نہیں رکھتا یا اسے بہترین طریقے سے ادا نہیں کر سکتا تو اسے چاہئے کہ خطبے کے کلمات میں تشکیل[زبر، زیر، پیش وغیرہ]ڈال لے اور اس پر علاماتِ رفع، جزم اور خفض ڈال لے تاکہ لفظ میں غلطی سے بچ جائے۔

خطیب کے اوپر خطبے میں بڑی ذمہ داری ہے اس کی تیاری اور اس کو پیش کرنے کی اور مناسب موضوع کو اختیار کرنے کی، اور اسے لوگوں کی سمجھ کا بھی خیال رکھنا چاہئے جو حاضرین ہیں تاکہ وہ کوئی ایسی چیز نہ لے آئے جسے وہ نہ سمجھ سکیں یا وہ ان کی عقلی ادراک سے دور ہو۔

تو ان سب کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کا اہتمام کریں جن کا حامل انہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بنایا ہے، جو ان کی ذمہ داری ہے اور امامت اور خطابت اللہ کی طرف دعوت دینے میں سے ہے، اسی طرح آذان اللہ کی طرف دعوت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اللہ کا فرمان:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ (اور اس سے زیادہ اچھی بات والا کون ہے جو اللہ کی طرف بلائے)(سورۃ فصلت: ۳۳)، اس سے مراد مؤذنین ہیں(دیکھئے تفسیر الطبری، تفسیر ابن کثیر) کیونکہ وہ اللہ کی طرف بلاتے ہیں اور کہتے ہیں: حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح، پس یہ اللہ عزوجل کی طرف دعوت ہے، اور یہ ان کے لئے عظیم موقع ہے جب کہ لوگ حاضر ہوتے ہیں اور جب وہ جمع ہوتے ہیں کہ وہ انہیں اللہ کی طرف بلائیں اور انہیں اللہ کے دین کو سمجھائیں اور انکی غلطی پر انہیں متنبہ کریں جو ان سے یا اوروں سے ہو رہی ہے، یہ ہے حکمت خطبے کی جسے شریعت نے ہر ہفتے مقرر کیا ہے، کیونکہ لوگوں کو ہمیشہ تنبیہ، تعلیم، وعظ ونصیحت اور یاد دہانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو ضروری ہے کہ خطبے کی تیاری، اس کا موضوع، اس کو دینے اور اس کو مختصر رکھنے پر خاص دھیان دیا جائے اور یہ سب خطیب کے آداب میں سے ہیں۔

ہم اللہ جل وعلا سے توفیق کا سوال کرتے ہیں قول وعمل میں۔ وصلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

---

## اس رسالے کا اصل

یہ رسالہ اصل میں شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کے محاضرے بعنوان: توجيهات للأئمة و الخطباء و المؤذنين کی کتابت کا اردو ترجمہ ہے جسے شیخ نے نجران، سعودی عرب میں بروزِ جمعرات ۴ /۱۱/ ۱۴۳۰ کو اسلامی امور کی وزارت کی ایک شاخ میں دیا تھا۔ مترجم کی طرف سے بعض الفاظ کو سمجھانے کے لئے بعض جگہوں پر اضافہ [ ] میں کر دیا گیا ہے۔ ترجمے اور مصادر کو( ) میں کیا گیا ہے۔